بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

گذشتہ مہینہ پاکستان میں جو سیاسی انقلاب ہوا ہے۔ وہ اگرچہ ایک عظیم انقلاب ہے جس کے اثرات و نتائج بہت دور رس ہو سکتے ہیں۔ لیکن حیرت انگیز ذرا نہیں۔ کیوں کہ ملک کی سیاسی جماعتوں اور لیڈروں کی خود غرضی و نفس پرستی کے باعث پاکستان کو کبھی کوئی مضبوط حکومت میسر نہ آسکی اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حکومت کے تمام شعبوں میں بد نظمی و اختلال کا دور دورہ ہو گیا۔ رشوت ستانی اور فرض ناشناسی عام ہو گئی اور ملک پر اس صورتِ حال کا یہ اثر ہوا کہ لوگوں کے اخلاق بگڑ گئے۔ بددیانتی اور خیانت روزمرہ کا مشغلہ ہو گیا۔ اور ہوائے نفس کا اتباع وظیفہ حیات بن گیا۔ ان حالات کے پیشِ نظر اربابِ بصیرت پہلے سے سمجھتے تھے کہ کسی نہ کسی قسم کا کوئی فوجی انقلاب ضرور ہو گا۔ جیسا کہ ایشیا کے دوسرے ملکوں میں ہو چکا ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا اور ۷ راکتوبر کو اس اندیشہ کی تصدیق ہو گئی۔ لیکن یہ انقلاب جس پُر امن طریقہ پر ہوا ہے اور اس سے عوام کی زندگی پر جو فوری طور پر خوش گوار اثر پڑا ہے اُس کی وجہ سے کہا جا سکتا ہے کہ یہ انقلاب اسی نوع کے اُن دوسرے انقلابات سے یکسر مختلف ہے۔

پاکستان میں فوجی حکومت کے قیام کے بعد سے اب تک لاکھوں کی تعداد میں جو ناجائز ذرائع سے حاصل کی ہوئی چیزیں برآمد ہو رہی ہیں اُن کے اعداد و شمار انتہائی حیرت انگیز اور ایک مسلمان سوسائٹی کے لئے بے حد افسوس ناک و لائق ہزار شرم ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ فساد کس طرح معاشرہ کی رگ رگ میں سرایت کر گیا تھا اور اس پر آپریشن کرنے کی کس قدر سخت ضرورت تھی۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ آپریشن سے صرف مادۂ فاسد کا اخراج ہو جاتا ہے لیکن زخم کو مندمل کرنے اور آپریشن کی وجہ سے جسم میں جو ضعف پیدا ہو جاتا ہے اُس کی تلافی کرنے کے لئے مختلف قسم کی تدبیروں اور دواؤں کی ضرورت ہوتی ہے۔

اس بنا پر یہ ظاہر ہے کہ پاکستان میں فوجی حکومت کا یہ دور ابتدائی اور بالکل عبوری دور ہے

جس کے پیشِ نظر مستقبل کے لئے ابھی کوئی پیش گوئی نہیں کی جا سکتی۔ اس سے گذرنے کے بعد پاکستان کو اپنے مستقل نظامِ حکومت کے مسئلہ پر غور کرنا ہوگا اور اُس وقت ہی دنیا فیصلہ کر سکے گی کہ موجودہ فوجی انقلاب پاکستان کے حق میں کس حد تک سیاسی استحکام۔ اور اندرونی امن و عافیت کا باعث ثابت ہو سکا اور اُس نے بین الاقوامی سیاسیات کے دربار میں ملک کو کون سا مقام اور مرتبہ دیا ہے۔

بہرحال ایشیا کے اربابِ فکر و نظر کو اس مسئلہ پر غور کرنا چاہیئے کہ آج آخر اس کی کیا وجہ ہے کہ اس خطۂ ارضی کے اکثر ملکوں نے عہدِ حاضر کی مروجہ جمہوریت کے راستہ کو چھوڑ کر ڈکٹیٹر شپ یا اسی قسم کے دوسرے نظامِ حکومت کو پسند کیا ہے؟۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایشیائی ملکوں نے آزاد ہوتے ہی امریکہ اور برطانیہ کی نقالی میں اپنے لئے بھی وہی نظامِ حکومت پسند کیا جو ان ملکوں میں رائج تھا۔ حالانکہ یہ ظاہر ہے کہ کوئی پھل خواہ کتنا ہی لذیذ اور خوش ذائقہ ہو ہر ملک کی آب و ہوا میں پھل پھول نہیں سکتا۔ ایک ایسا نظامِ حکومت جس میں فیصلے ووٹوں کی اکثریت پر مبنی ہوں صرف اسی ملک میں امن و امان اور خوش حالی کا باعث ہو سکتا ہے جس کے عوام تعلیم یافتہ ہوں اپنے مسائل کا صحیح شعور رکھتے ہوں۔ اور جو ملک و قوم کے مفاد پر ذاتی اغراض کو ترجیح نہ دیتے ہوں۔ چنانچہ آج برطانیہ اور امریکہ میں یہ نظامِ جمہوریت کامیاب ہے تو اُس کی وجہ یہی ہے کہ ان ملکوں میں تعلیم عام ہے۔ یہاں کے عوام بھی بیدار مغز اور روشن خیال ہیں اور اُن کو قومی زندگی کے ساتھ پوری دلچسپی ہے۔

لیکن اس کے برخلاف ایشیائی ملکوں کے عوام کا حال کیا ہے؟ اُن میں تعلیم کا کیا تناسب ہے؟ انھیں ملکی اور قومی مسائل کے ساتھ کتنی دلچسپی ہے؟ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ چند خود غرض قسم کے لوگ عوام کے جذبات کو غلط طریقہ پر اپنے ساتھ لے کر ووٹوں کی اکثریت سے کامیاب ہو جاتے ہیں اور اپنے شخصی اغراض و اہوا کی خاطر اُن لوگوں کے راستہ میں دقتیں اور دشواریاں پیدا کرتے ہیں جو ایمان داری اور خلوص سے ملک اور قوم کی خدمت کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ اس بنا پر جمہوریت عوام کے حق میں رحمت ہونے کے بجائے زحمت ثابت ہوتی ہے۔ اور ملک میں پراگندگی عام ہو جاتی ہے